مرثیہ درحال جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

خدائے سخن نواب مولانا سید مہدی حسین ماہرؔ اجتہادی

قسط دوم

[۰/۱۱۹] (۱۲۵)

چلتے ہیں ساقیا صفِ دشمن سے تیر دیکھ
تیور بدلتے ہیں شہ گردوں سریر دیکھ
آتی ہے لے سمٹ کے سپاہِ کثیر دیکھ
لے تولتے ہیں تیغ جناب امیرؑ دیکھ
لے اب تو تیرے قلب کی حسرت نکل گئی
آخر کو حجتوں ہی میں تلوار چل گئی

[۰/۱۲۰] (۱۲۶)

قبضہ پہ لو پڑا شہ گلگوں قبا کا ہاتھ
تھاما اجل نے لو سپہ پُر دغا کا ہاتھ
کھلتا ہے لو وہ فوج پہ مشکل کشا کا ہاتھ
لو آستیں چڑھی نکل آیا خدا کا ہاتھ
لو دست حق سے فوج ملائک لپٹ گئی
لو غیظ آیا آپ کو دنیا اُلٹ[۱] گئی

[۰/۱۲۱] (۱۲۷)

لو تیغ کھینچ کر شہ گردوں سریر آئے
لو سہم کر ہژبر کے منہ پر شریر آئے
لو بے ارادے چھوٹ کے چلّوں سے تیر آئے
لو آستین اُلٹ کے جنابِ امیرؑ آئے
رایت لچک لچک کے صدا یہ سنا گئے
لڑنے سے ہاتھ اٹھاؤ یداللہ آ گئے

[۰/۱۲۲] (۱۲۸)

چرچے جہان میں فوج کی ہلچل کے رہ گئے
وہ تیغ یوں چلی کہ جگر مل کے رہ گئے
کیا آگ تھی جو ہاتھ ذرا چل کے رہ گئے
سب اُستخوان شمع صفت جل کے رہ گئے
شعلوں سے جل گئے تھے جواں سب لڑے ہوئے
ڈھالوں کے تھے جگر میں پھپھولے پڑے ہوئے

[۰/۱۲۳] (۱۲۹)

سالم ہو جس کا تن کوئی ایسا جواں نہ تھا
تھا کون مرغ روح جو بے آشیاں نہ تھا
سکتہ یہ تھا کہ خون بدن کا رواں نہ تھا
کوسوں بجز غبار علم کا نشاں نہ تھا
جنبش نہ تھی کمانِ خطاساز کے لئے
پر تولتے تھے تیر بھی پرواز کے لئے

[۰/۱۲۴] (۱۳۰)

منھ سے زباں زبان سے تھی گفتگو جدا
سینے سے دل تو دل سے ہر اک آرزو جدا
گلشن سے پھول دور تھے پھولوں سے بو جدا
تن سے رگیں جدا تھیں رگوں سے لہو جدا
ذرّے سرِ ہوا تھے نہ دشتِ نبرد کے
صحرا کی دھوپ اُڑتی تھی پردے میں گرد کے

(۱) پلٹ

(۱۳۱) [۰/۱۲۵]

رنگِ سیاہ شام اُڑے تھے سحر کی طرح
ٹکڑے اُڑے ہوئے تھے جگر کے سپر کی طرح
لپٹی تھی ہر کمر سے وہ شال کمر کی طرح
منکے ہزاروں ڈھل گئے تھے دوپہر کی طرح
بہنے سے خوں کے زرد ہر اک بدخصال تھا
سینوں سے دم نکلتے تھے وقتِ زوال تھا

(۱۳۲) [۰/۱۲۶]

آنکھوں میں کام کر رہی تھی وہ نظر کی طرح
لپٹی تھیں ڈر کے سینوں سے ڈھالیں جگر کی طرح
سر گر رہے تھے نخل بدن سے ثمر کی طرح
دل جوہروں نے پھونک دیئے تھے شرر کی طرح
کہتے ہیں اُس کی آگ کے جو جو گواہ ہیں
ڈھالیں اُسی کی آنچ سے اب تک سیاہ ہیں

(۱۳۳) [۰/۱۲۷]

یوں آتے تھے حسینؑ ہر اک نابکار پر
جس طرح آئے شیر گرسنہ شکار پر
پہنچی تھی گرد یہ فلک کجمدار پر
ٹھہرا ہوا تھا چرخ ستونِ غبار پر
نقشے بگڑ گئے تھے جو اس دن جہان کے
قلاّبے مل گئے تھے زمین آسمان کے

(۱۳۴) [۷۵/۱۲۷]

(۱)جب فوج پائمال کی گیہاں خدیو نے
(۲)اور گوش آسماں بھی کیے کر غریو نے
پستی دکھائی قصر ضلالت کی نیو نے
اپنی جگہ سے کی حرکت ایک دیو نے
خیمے(۳) کا دَور مات تھا(۴) اس کی لپیٹ سے
اس دن جبل نے پاؤں نکالے تھے پیٹ سے

(۱) جب یوں پڑھا رجز شہ (۲) گردوں دوں کے گوش (۳) کے (۴) تھے

(۱۳۵) [۰/۱۲۹]

وہ سر کہ جس پہ گنبد گردوں مثالِ خود
وہ دیدہ ہائے سرخ خجل جن سے خوں کی رود
مونڈھے نہ تھے دھرے ہوئے کاندھوں پہ تھے عمود
عفریت وہ کہ وادیٔ برہوت جس کی گود
طاقت وہ تھی کہ کوہ ہر اک پر کاہ تھا
صحرا بھی کجلی بن تھا وہ چہرا سیاہ تھا

(۱۳۶) [۷۶/۱۳۰]

تھا گنبد حدید کہ خودِ سر شریر
چہرے کی(۵) تھیں رگیں کہ جبل پر بہی تھی قیر
کف کی لبِ کبود سیہ رو پہ تھی لکیر
یا کوہ بے ستوں سے نمایاں تھی جوئے شیر
مونچھیں نہ تھیں سیاہ لبِ نابکار پر
جوڑا تھا اژدہے کا کہ بیٹھا تھا غار پر

(۱۳۷) [۷۷/۱۳۱]

وہ پاؤں(۶) جس سے نقش بنیں پائے فیل کے
آنکھیں تھیں یا حباب تھے دریائے نیل کے
نیزے سے کم نہ بال تھے ریش طویل کے
دوزخ سے جا ملے تھے دوراہے سبیل کے
رُخ وہ سیاہ جس کو جہاں میں دھواں کہیں
آنکھوں کے وہ گڑھے جنہیں اندھا کنواں کہیں

(۱۳۸) [۰/۱۳۲]

تھا کوہ بوقبیس کہ اس پہلواں کا فرق
ابرو بھی وہ کہ دونوں میں تھا دو کماں کا فرق
بینی سے تا بہ چشم تھا چوبِ سناں کا فرق
وہ قد کہ پاؤں سر میں زمین آسماں کا فرق
دیکھے زمیں کو چشم اگر اس گراز کی
پہنچے نظر نہ تا بہ قدم قد دراز کی

(۵) پہ (۶) نقش

[۰/۱۳۳] (۱۳۹)

محجوب جس سے ڈھال ہو رنگ اس کا کیٹ وہ
سمجھے نہ مشت مال سے کم مار پیٹ وہ
رستم کی ڈانٹ سے بھی جو سر کے نہ ڈھیٹ وہ
کہسار جس کی آڑ میں چھپ جائیں پیٹ وہ
مانند اژدہوں کے دہن شعلہ بار تھا
قد پیل تن کا تھا کہ درختِ چنار تھا

[۰/۱۳۴] (۱۴۰)

لکھا ہے نام نحس و نجس اس کا تھا ولید
وہ تیرہ رو نظارۂ عفریت جس کی دید
ابروئے کج وہ جس میں خم سکتہ الحدید
لب پر بہ فخر یہ کہ انا خادمُ یزید
نعرہ یہ تھا کہ پیل تن و پہلواں ہوں میں
گو سو برس کا سن ہے پہ اب تک جواں ہوں میں

[۰/۱۳۵] (۱۴۱)

نعرہ کیا ولیدِ شقی نے کہ یا ولد
فخرِ ابوالبشر نے کہا یا علیؑ مدد
آخر پڑھا شقی نے رجز یوں بشد و مد
میں وہ ہوں جس کی ضرب کسی سے ہوئی نہ رد
کوہِ گراں کو کم میں سمجھتا ہوں کاہ سے
میرا ہے خوف جن جو چھپے ہیں نگاہ سے

[۷۸/۱۳۶] (۱۴۲)

(۱) خیبر سے لاکھ در ہوں تو پھینکوں اکھاڑ کے
دب جائے ڈالوں زور جو سر پر پہاڑ کے
جب نعرہ زن ہوا ہوں قدم رن میں گاڑ کے
بھاگے ہیں دیوزاد گریبان(۲) پھاڑ کے
دنیا میں دارِ ظلم و ضلالت کی نیو ہوں
جن بھاگتے ہیں سایہ سے جس کے وہ دیو ہوں

[۷۹/۱۳۷] (۱۴۳)

رستم کو مانتا نہیں میں وقتِ کارزار
تیغہ مرا وہ ہے کہ منوں کا ہے جس کا بار
ہوتا ہے بھوت مجھ پہ جو میدان میں سوار
ڈرتا نہیں خدا سے، بشر کا ہے کیا وقار
بگڑا ہوں جب جہان کے حرص و ہوا سے میں
اکثر لڑا ہوں اپنی جگہ پر خدا سے میں

[۸۰/۱۳۸] (۱۴۴)

ہے کشت و خوں جہان میں سودائے سر مرا
آہن مرا ہے قلب تو پتھر جگر مرا
سن خانہ جنگیوں میں ہوا ہے بسر مرا
روشن چراغ تیغ سے رہتا ہے گھر مرا
بے زخم کھائے چھوٹ گیا کون ہاتھ سے
یاں تک کہ باپ قتل ہوا میرے ہاتھ سے

[۰/۱۳۹] (۱۴۵)

گو خانداں میں تھے اب وجد فرد سب کے سب
پر میری نارِ قہر سے تھے سرد سب کے سب
کہتے تھے خود پدر بھی کہ تھے گرد سب کے سب
جُز میرے اور گھر میں تھے نامرد سب کے سب
مانند اپنے غیر کو جانا نہیں کبھی
والد کو بھی ولید نے مانا نہیں کبھی

[۸۱/۱۴۰] (۱۴۶)

مانے ہوئے ہیں مجھ کو جوانانِ سرفراز
ہوں بچپنے سے دست دراز و زباں دراز
کیا مجھ میں اور سنگ و شرر میں ہے(۳) امتیاز
ہنگامِ ضرب کھلتے ہیں میرے بھی دل کے راز
پیاسے سے خاک لطف ہو تیغ(۴) آزمائی کا
ہوتے اگر علیؑ تو مزا تھا لڑائی کا

(۱) بولا شقی میں بار ہوں سر پر پہاڑ کے — خیبر سے لاکھ در ہوں تو پھینکوں اکھاڑ کے

(۲) گریباں کو (۳) ہو (۴) زور

[۸۲/۱۴۱] (۱۴۷)

سب جانتے ہیں قلزم آفت کا ہوں نہنگ
دل توڑتا ہے کوہ کا میرا ہر اک خدنگ
تجھ ایسے تشنہ کام سے کرتا نہ قصد جنگ
ایسا ہی امر تھا کہ گوارا کیا یہ ننگ
اس کام پر ولید کو مامور کردیا
حاکم کے حکم نے مجھے مجبور کردیا

[۸۳/۱۴۲] (۱۴۸)

فرمایا بس خموش ہو او مرتد و جہول
دعوائے بے دلیل نہیں قابل قبول
کیوں کر ترا، نہ اہل سفاہت میں ہو شمول
تیرے حمق پہ دال ہے قامت کا تیرے طول
طول کلام جنگ میں دانش سے دور ہے
او بے خبر[1] یہ سب ترے قد کا قصور ہے

[۰/۱۴۳] (۱۴۹)

ظالم سنی نہیں ہے مگر داستانِ مہد
طفلی میں کس ولی سے بڑھی عز و شان مہد
یاں ایک ہے زمانِ شباب و زمانِ مہد
چیرا ہے کس نے کلۂ اژدر میانِ مہد
ڈر زندگی کا روز کہیں رات ہو نہ جائے
حاکم کا حکم مرگِ مفاجات ہو نہ جائے

[۰/۱۴۴] (۱۵۰)

مردہ ہمارے سامنے بہرام گور ہے
جب تک ہیں ہم خموش جبھی تک یہ شور ہے
ظالم گر اپنے زعم میں تو پیل زور ہے
کافی تجھے زمیں پہ گرانے کو مور ہے
غفلت ہے خواب میں ہے ابھی جاگ جائے گا
گر بھوت ہے تو مار ہی سے بھاگ جائے گا

(۱)خرد

[۰/۱۴۵] (۱۵۱)

دعوا ہے گر بہت تو بڑھ آگے جھجک نہیں
بن کر شغال شیروں کے ڈر سے دبک نہیں
تجھ سا بھی بزدلا کوئی زیر فلک نہیں
سفاک ناخلف ترے ہونے میں شک نہیں
سر زد یہ جس سے امر ہو بے درد ہے وہی
جو ہاتھ اٹھائے باپ پہ نامرد ہے وہی

[۰/۱۴۶] (۱۵۲)

خونخوار دردِ ہجر پدر دل پہ سہہ گیا
نکلے ترے نہ اشک لہو اس کا بہہ گیا
باتوں میں اپنے باپ کو نامرد کہہ گیا
نامرد جب تھا باپ تو تو مرد رہ گیا
اس کی بھی کچھ خبر ہے کہ کیا مرد کہتے ہیں
نامرد کے پسر کو بھی نامرد کہتے ہیں

[۸۴/۱۴۷] (۱۵۳)

سرکش! ہمارے سامنے یہ لاف کے کلام
او سگ نہ لے زبانِ نجس سے علیؑ کا نام
تیری تو کیا بساط ہے او نطفۂ حرام
جبریل سے رُکی نہیں اس شیر کی حسام
جان اس[2] کو مغتنم کہ خدا کے ولی نہیں[3]
کچھ دن کی زیست ہے[4] کہ جہاں میں علیؑ نہیں[5]

[۸۵/۱۴۸] (۱۵۴)

وہ شیر کردگار تھے اور تو ہے بزدلا
باتوں سے خود عیاں ہے کہ ہے تنگ حوصلہ
وہ اب نہیں ہے، قبل جو تھا دل میں ولولہ
حیدرؑ سے کس طرح ترا ہوتا مقابلہ
قسمت سے قبر میں بھی نہ سوئے گا چین سے
سفاک! تیری موت ہے دستِ حسینؑ سے

(۲)ان (۳)نہ تھے (۴)تھی (۵)نہ تھے

[۸۶/۱۴۹]　(۱۵۵)

کیا کہہ رہا ہے ہوش ہیں اس دم کدھر ترے
سب خاک میں ملیں گے یہ سودائے سر ترے
ممکن نہیں کہ روز سیہ ہوں سپیر[1] ترے
سرکش بڑے ہیں واقعی قلب و جگر ترے
بیہوش کچھ خبر بھی ہے جرات[2] کے دھیان میں
آواز دل دھڑکنے کی آتی ہے کان میں

[۸۷/۱۵۰]　(۱۵۶)

کیا ہوگا دیں گے آگ جو سر میں چراغ تیغ
دم میں جلیں گے دیدۂ تر میں چراغ تیغ
کہتا تو ہے[3] کہ جلتے ہیں گھر میں چراغ تیغ
اب دن کو شب کریں گے نظر میں چراغ تیغ
تو اپنی زندگی سے ہو خود سیر تو سہی
کردیں وہی چراغ نہ اندھیر تو سہی

[۸۸/۱۵۱]　(۱۵۷)

بولا شقی شعار ہے بغض و حسد مرا
ممکن نہیں کسی سے ہو اک وار رَد مرا
[4]دریا(ئے) قہر سے نہیں کم جزرومد مرا
[5]دعویٰ تن قوی سے ہے خود مستند مرا
سنگینی گنہ سے سبک کوہسار ہے
لاکھوں کے خون کا مری گردن پہ بار ہے

[۰/۱۵۲]　(۱۵۸)

درپیش جنگ دیو سے گر ہو تو سر کروں
دیوار آہنی ہو جو حائل تو در کروں
جن کا جہاں گذر نہ ہو میں واں گذر کروں
بجلی گرے غضب میں جدھر میں نظر کروں
ہوں گرم میں جو معرکۂ دار و گیر میں
شعلے بھڑک اٹھیں کرۂ زمہریر میں

[۸۹/۱۵۳]　(۱۵۹)

اس [6]شب کو میں غضب میں کمر کھولتا نہیں
جس روز لشکروں کے میں دل رولتا نہیں
ہاتھ اینٹھتے ہیں تیغ اگر تولتا نہیں
آتی نہیں ہے نیند جو رن بولتا نہیں
وہ جنگ جوٗ ہوں میں کہ کلیجوں[7] پہ داغ ہیں
لاکھوں ہیں گھر کہ[8] دَم سے مرے بے چراغ ہیں

[۰/۱۵۴]　(۱۶۰)

فرمایا بس دماغ نہ خالی کر او کلاغ
رنگت تو تھی صدا میں بھی تو ہو گیا ہے زاغ
سوزِ درون سے گرم نہ ہو صورت اجاغ
بجھتا ہے کوئی دم میں تری زیست کا چراغ
سفاک تو سہی کوئی دم میں اخیر ہو
یوں سرد ہو کہ تن کرۂ زمہریر ہو

[۰/۱۵۵]　(۱۶۱)

گھبرا نہ اتنا، دم میں اُترتا ہے سر سے بھوت
کرتا ہے خون دل کو عبث قوت لا یموت
زرہیں ہماری تیغ کو ہیں تارِ عنکبوت
ہم کو تو تیری آنکھ سے ہوتا ہے یہ ثبوت
بولے گا تیرے کان میں رن روز نشر تک
یوں آج سوئے گا کہ نہ چونکے گا حشر تک

[۰/۱۵۶]　(۱۶۲)

سن کر کلام شاہِ زمن پردغا ہنسا
بے اختیار بانئ ظلم و جفا ہنسا
جب رو سیاہ و تیرہ دل و بے حیا ہنسا
فرمایا یوں نہ ہنس کہ کہیں سب توا ہنسا
یہ سن کے روئے نحس و سیہ زرد ہوگیا
فقرے سنے جو گرم، لعین سرد ہوگیا

(۱) بسر (۲) باتوں (۳) تھاتو (۴) مطبوعہ نسخہ میں چوتھا مصرع (۵) مطبوعہ نسخہ میں تیسرا مصرع

(۶) رات کو (۷) کلیجے (۸) جو

(۱۶۳) [۹۰/۱۵۷]

مہمیز کی فرس کو[۱] ستمگار نے ادھر
پہنچی یہ افسران سپہ کو خبر اُدھر
تیغ آزما ولید سا ہوتا ہے حملہ ور
تولے ہے تیغ اُدھر بھی ید اللہ کا پسر
ہے بازوئے حسینؑ، شہِ لا فتا کا ہاتھ[۲]
نکلا ہے آستین کے باہر خدا کا ہاتھ[۳]

(۱۶۴) [۰/۱۵۸]

شیر خدا کا نور ہے اس دیں پناہ میں
جینے سے ہاتھ دھوئے ہیں مرنے کی چاہ میں
لاکھوں کی فوج بھی نہ جچی کچھ نگاہ میں
نزدیک ہے کہ تیغ چلے رزم گاہ میں
بے چین تھے جو قلب لڑائی کے ذوق میں
افسر نکل کھڑے ہوئے خیموں سے شوق میں

(۱۶۵) [۰/۱۵۹]

اس کارزار کا جو ہوا غل میانِ فوج
جھک کر علم ہوئے سر نو پھر نشانِ فوج
تن تن کے دیکھتے تھے لڑائی جوان فوج
ٹیلوں پہ چڑھ گئے تھے تمام افسران فوج
سردار ابن سعد ستمگر کے ساتھ تھے
آنکھیں لڑی تھیں جنگ سے قبضوں پہ ہاتھ تھے

(۱۶۶) [۹۱/۰]

ہاں ساقی سخن ہمہ تن جوش کر مجھے
جلد آفتاب رو سے ہم آغوش کر مجھے
دو چار جام دے کے نہ خاموش کر مجھے
کہتا ہوں صاف ہوش میں، بے ہوش کر مجھے
وہ جام دے کہ جس میں لڑائی کی سیر ہو
خُم کا بھلا ہو ساقی مہوش کی خیر ہو

(۱) یہ کہہ کے (۲) زور (۳) زور

(۱۶۷) [۹۲/۰]

وہ مے پلا کہ قلب کو جس سے سرور ہو
گرد ملال و کلفتِ ایام دور ہو
عیش و فرح، نشاط و طرب کا وفور ہو
یہ سب تو ہو مگر مجھے غش بھی ضرور ہو
بے ہوش ہوں جو عشق میں اک آفتاب کے
چھینٹے بھی دے مجھے تو لہو سی شراب کے

(۱۶۸) [۹۳/۰]

برہم ہے ابن بادشہ قلعہ گیر دیکھ
تیور بدلتے ہیں شہ گردوں سریر دیکھ
بڑھتے ہیں آپ غیظ میں سوئے شریر دیکھ
لے تیغ تولتے ہیں جناب امیرؑ دیکھ
لے اب تو تیرے قلب کی حسرت نکل گئی
آخر کو جتنوں ہی میں تلوار چل گئی

(۱۶۹) [۹۴/۱۶۰]

مشتاق سیر جنگ تھے دس[۴] لاکھ درعہ پوش
اُڑتے تھے جرأت شہ والا سے سب کے ہوش
وہ شور طبل کا تھا، نہ قرنا کا تھا[۵] خروش
لاکھوں کی گو تھی[۶] فوج مگر ساکت و خموش
ہموار بہر سیر تھے پست و بلند بھی
چپ تھے کنوتیوں کو ملائے سمند بھی

(۱۷۰) [۹۵/۱۶۱]

پہنچی تھی اُڑ کے گرد بھی صحرا سے[۷] کوہ پر
جتنے سمند تھے وہ اٹھائے ہوئے تھے سر
گھوڑوں پہ دیکھتے تھے کھڑے ہو کے اہل شر
منھ کو نشیمنوں سے نکالے تھے جانور
دیکھی نہ تھی جو آنکھ سے جنگ اس شکوہ کی
بیٹھے تھے جا کے شیر بھی چوٹی پہ کوہ کی

(۴) دو (۵) وہ (۶) تھی تو (۷) کی (جا پہنچی اُڑ کے گرد بھی صحرا سے کوہ پر)

(۱۷۱) [۹۶/۱۶۲]

ناری بڑھا فرس کو جو گرما کے ایک بار
نکلی ادھر بھی میان سے شمشیر آبدار
تھے محو سیر دور سے لشکر کے نامدار
آفت کا معرکہ تھا قیامت کی کارزار
خالی تھا کوئی قلب نہ اس وقت درد سے
جانیں لڑی ہوئی تھیں ہزاروں نبرد سے

(۱۷۲) [۰/۱۶۳]

کھنچی جب اس نے دستِ ضلالت اثر سے تیغ
کاٹھی سے باہر آئی بڑے کر و فر سے تیغ
پہنچی قریب سر جو نکل کر کمر سے تیغ
غل تھا یونہی کمر میں اب آئے گی سر سے تیغ
باقی رہے گا دم نہ وغا کی اُمنگ میں
یکتا جو ہے وہ دو نظر آئے گا جنگ میں

(۱۷۳) [۰/۱۶۴]

گھوڑوں کا جھوم جھوم کے آنا کہوں میں کیا
روئے سپہ پہ ڈھال کا لانا کہوں میں کیا
غصہ سے اس کا ہونٹھ چبانا کہوں میں کیا
ابرو سے مل کے تیغوں کا جانا کہوں میں کیا
ہر دم یہ تھا ثبوت کہ اب سر پہ چل گئیں
مثلِ نگاہ آنکھوں سے تیغیں نکل گئیں

(۱۷۴) [۰/۱۶۵]

مانند شیر رخش پہ آیا جھپٹ کے رخش
یہ مڑ گیا وہ رہ گیا باگوں پہ پھٹ کے رخش
یہ ہوگیا الف تو وہ آیا ڈپٹ کے رخش
دونوں طرف سے آتے تھے کیا کیا سمٹ کے رخش
باد صبا بھی دشت میں چل پھر کے رہ گئی
مڑ کر جہان پہ تھم گئی[1] کل پھر کے رہ گئی

(۱) تھم گئے

(۱۷۵) [۰/۱۶۶]

آیا یہ شیر رخش وہ ہٹ کر نکل گیا
دہنی طرف سے بائیں پہ پھٹ کر نکل گیا
ظالم حسامِ شرم سے کٹ کر نکل گیا
جب پاس سے وہ رخش سمٹ کر نکل گیا
لبریز اس کی عمر کا پیمانہ کردیا
کوڑوں کے مارے رخش کو دیوانہ کردیا

(۱۷۶) [۹۷/۱۶۷]

آیا جو پاس گھوڑے کے گھوڑا لڑائی میں
روباہ کو اسد نے جھنجھوڑا لڑائی میں
جب ہاتھ اس نے تیغ کا چھوڑا لڑائی میں
منھ پر پڑا تڑاق سے کوڑا لڑائی میں
پڑتی تھی بدھی[2] جلد پہ جب رو سیاہ کی
آتی تھی تازیانے سے آواز واہ[3] کی

(۱۷۷) [۰/۱۶۸]

غصہ میں جب شقی نے لگائی جھپٹ کے تیغ
روکی سپر پہ آپ نے پھرتی سے ہٹ کے تیغ
آئی سر حضور پہ جس دم پلٹ کے تیغ
پہنچی سپر سے فرق پہ اس کے اُچٹ کے تیغ
غل تھا بلا گئی ہوئی دم میں پلٹ پڑی
تلوار سر پہ آئی کہ سیفی الٹ پڑی

(۱۷۸) [۰/۱۶۹]

آری فقط نہ تیغ تھی کر کر کے جنگ میں
سایہ بھی پائمال تھا گر گر کے جنگ میں
ہوتا تھا بے حواس جو گھر گھر کے جنگ میں
روبہ اسد کو تکتا تھا پھر پھر کے جنگ میں
کہتی تھی موت جنگ کا انجام سوچ لے
ڈر تھا کہیں نہ شیر درندہ دبوچ لے

(۲) سیلی (۳) آہ

[۹۸/۱۷۰] (۱۷۹)

دہنے پہ آگئے جو(۱) شہ ارجمند پھر
کیا کیا اُلجھ اُلجھ کے دبا خودپسند پھر
جھنجھلا کے نابکار نے پھینکی کمند پھر
بچ کر نکل گیا فرس سربلند پھر
خالی گئی کمند جو یوں بدشعار کی
غل تھا یہ ران باگ ہے دلدل سوار کی

[۰/۱۷۱] (۱۸۰)

ظالم فرس پہ جھک کے سنبھلتا تھا بار بار
بچ کر خدا کا شیر نکلتا تھا بار بار
رُک رُک کے اس کا ہاتھ جو چلتا تھا بار بار
منھ کو پھرا کے آنکھوں کو ملتا تھا بار بار
تھا آبِ تیغ تیز پسینہ جبین کا
ہاتھ اس کے حق میں ہوگیا مار آستین کا

[۰/۱۷۲] (۱۸۱)

روباہ کا اسد سے دبکنا کہوں میں کیا
ڈر ڈر کے رو سیہ کا جھجکنا کہوں میں کیا
ہاتھوں کا کارزار میں تھکنا کہوں میں کیا
کوڑوں سے توسنوں کا بھڑکنا کہوں میں کیا
نعلوں کے ان کے وار سروہی کے وار تھے
راکب تو کیا سمند بھی رن پر سوار تھے

[۹۹/۱۷۳] (۱۸۲)

آفت کی کارزار تھی شیر و پلنگ میں
یہ فخر روزگار، وہ یکتا تھا ننگ میں
گہہ دانت پیسے(۲) شیر پہ دل کی اُمنگ میں
چپکے سے(۳) ہاتھ جوڑ لیے گاہ جنگ میں
یوں لڑ رہے تھے آپ جو اس نابکار سے
غل تھا کہ شیر کھیل رہا ہے شکار سے

[۰/۱۷۴] (۱۸۳)

جس وقت انتہا سے زیادہ تھکا شقی
قربوس سے شراب کی بوتل نکال لی
منھ سے لگا کے پہلے تو غٹ غٹ خود آپ پی
فاسق نے پھر امامِ امم کی صلاح کی
نادم اس اپنی بات پہ پیماں شکن ہوا
تیور جو بدلے آپ نے نشۂ ہرن ہوا

[۱۰۰/۱۷۴] (۱۸۴)

ظالم نے کی جو بے ادبی یہ(۴) جدال میں
طاقت رہی نہ صبر(۵) کی زہراؑ کے لال میں
جھپٹے مثال شیر درندہ جلال میں
ڈالا غضب میں ہاتھ کمر کی دوال میں
دکھلا کے شہ نے زورِ جناب امیرؑ کو
پھینکا اُٹھا کے زیں سے ہوا پر شریر کو

[۰/۱۷۶] (۱۸۵)

جس دم چلا ہوا پہ اُلٹتا ہوا عدو
آیا یونہی محاذیٔ افواج کینہ جو
پھرنے لگا جو اوج سے پستی کو تندخو
ناری کو دیکھتے ہوئے بھاگے سیاہ رو
فرمایا آپ نے کہ تف اِس کی حیا پہ ہے
بھاگو، ستم شعار ابھی تک ہوا پہ ہے

[۹۹/۱۷۷] (۱۸۶)

آخر سرِ سپاہ پہ وہ بد یقیں گرا
سناٹے سے ہوا کے شقی سہمگیں گرا
ثابت قدم جہاں سے چلا تھا وہیں گرا
بارِ لعین سے دب کے گروہِ لعیں گرا
غل تھا کہ دیکھو زور کو خانہ خراب کے
یہ مرتے مرتے بیٹھ گیا سو کو داب کے

(۱) دہنی طرف جوآئے (۲) شیر دلی (۳) گاہ جوڑ لئے ہاتھ

(۴) کچھ (۵) ضبط

[۱۰۱/۱۷۸] (۱۸۷)

فی النار ہوگیا جو لعیں رزم گاہ میں
در آئے رخش چھیڑ کے حضرت سپاہ میں
تلوار برق بن گئی سب کی نگاہ میں
ہلچل ہوئی جنود ضلالت پناہ میں
دیکھا جو بھاگتے ہوئے ہر کینہ خواہ کو
جھانجوں نے ہاتھ جوڑ کے روکا سپاہ کو

[۱۰۲/۰] (۱۸۸)

قبضے پہ پھر پڑا شہ گلگوں قبا کا ہاتھ
تھاما اجل نے پھر سپہ پُر دغا کا ہاتھ
کھلتا ہے پھر وہ فوج پہ مشکل کشا کا ہاتھ
پھر آستیں چڑھی نکل آیا خدا کا ہاتھ
پھر دست حق سے فوج ملائک لپٹ گئی
پھر آستیں کے ساتھ ہی دنیا الٹ گئی

[۱۰۳/۱۷۹] (۱۸۹)

چھوڑے جو ہاتھ فوج پہ اس شہ سوار نے
کھائی شکست فوج ضلالت شعار نے
لشکر کو بے نمود کیا نامدار نے
کوسوں سرک کے چھاؤنی چھائی غبار نے
مشتاق تھے جو رن میں پہاڑوں کی آڑ کے
ٹھہرے نہ گردباد بھی خیمے اُکھاڑ کے

[۱۰۴/۰] (۱۹۰)

سالم ہو جس کا تن کوئی ایسا جواں نہ تھا
تھا کون مرغِ روح جو بے آشیاں نہ تھا
سکتہ یہ تھا کہ خون بدن کا رواں نہ تھا
کوسوں بجز غبار علم کا نشاں نہ تھا
جنبش نہ تھی کمان خطاساز کے لئے
پر تولتے تھے تیر بھی پرواز کے لئے

[۱۰۵/۰] (۱۹۱)

منہ سے زباں، زبان سے تھی گفتگو جدا
سینے سے دل، تو دل سے ہر اک آرزو جدا
گلشن سے پھول دور تھے، پھولوں سے بو جدا
تن سے رگیں جدا تھیں رگوں سے لہو جدا
ذرّے سَرِ ہوا نہ تھے دشت نبرد کے
صحرا کی دھوپ اڑتی تھی پردے میں گرد کے

[۰/۱۸۰] (۱۹۲)

دم خم سے تیغ تیز کے تھا سر نگوں ہلال
بسمل تھیں اس کی چال پہ پریوں کا تھا یہ حال
دکھلا رہا تھا حُسن عجب جوہروں کا جال
لیلیٰ کھڑی تھی نجد میں بکھرائے سر کے بال
نکھرے تو کیوں نہ حور سے اس کی پھبن ملے
دولہہ حسینؑ سا ہو تو ایسی دولہن ملے

[۰/۱۸۱] (۱۹۳)

جوہر وہ دیدنی خجل آنکھوں کے جن سے تل
بیباک و کج ادا و جفاکار و جانگسل
قبضہ تھا یا کہ پاؤں کے نیچے کسی کا دل
معشوق وہ جو دیکھے کہے آ گلے سے مل
کج اس کی ہے پسند جہاں گو کجی نہ ہو
معشوق پھر نہیں اگر اتنی کجی نہ ہو

[۰/۱۸۲] (۱۹۴)

گو مائل ثبات دم جنگ دل ہوئے
تن کا جو خون بہہ گیا بے رنگ دل ہوئے
گھوڑے گرے زمین پہ تو سب تنگ دل ہوئے
سکتہ ہوا تو اور بھی بُت سنگدل ہوئے
غل تھا خدا جو چاہے تو سب زیر دست ہوں
سکتے میں بت بنیں تو نہ کیوں خود پرست ہوں

[۱۰۶/۱۸۳] (۱۹۵)

وہ بن سوار دوش نبیؐ کی وہ چابکی
گرمی سے سانس آتی تھی منھ تک رُکی رُکی
بجلی بنی نگاہ اگر خاک پر جھکی
چلا رہی تھی دشت میں قرنا کہ میں(۱) پھکی
گرمی سے تھے جو جان کے لالے پڑے ہوئے(۲)
دامن ہلا رہے تھے نشاں سب کھڑے ہوئے

[۰/۱۸۴] (۱۹۶)

تابندہ تھا جو دشت میں خورشید خاوری
شعلہ بنی تھی شمع کا ہر تیر کی سری
سب خشک تھے شجر نہ کوئی شاخ تھی ہری
گر تھی تو چھاگلوں میں فقط آب کی تری
اس تاب و تپ میں میل یہ تھا آب اشک پر
ابرو جھکے ہیں آج تک آنکھوں کی مشک پر

[۱۰۷/۱۸۵] (۱۹۷)

چٹیل وہ بن، وہ دھوپ کی گرمی کہ الاماں
گردونِ دُوں پہ تھا کرۂ نار کا گماں
تیغوں کی وہ چمک، وہ ہر اک(۳)شعلۂ سناں
قبضوں کی بھی دہن سے نکل آئی تھی زباں
کشتے تھے سب جو گرمی دشت قتال کے
بوندیں توے کی بن گئے تھے پھول ڈھال کے

[۰/۱۸۶] (۱۹۸)

وہ بوق و بم کہ جن میں صدائے بزن بزن
شہپور کی نفیر تھی یا بولتا تھا رن
آواز کوسِ حرب سے یوں گونجتا تھا بن
دھرتے تھے ہاتھ کانوں پہ کوفہ کے مرد و زن
وہ تنگنائے دہر میں نے کا خروش تھا
گردونِ دوں بھی مہر سے پنبہ بگوش تھا

[۰/۱۸۷] (۱۹۹)

وہ چنگ و سنج و دف کی صدا اور وہ نے کا راگ
مستوں کے تن پہ فرق تھے یا بوتلوں پہ کاگ
وہ رایت سیاہ کہ لہرائے جیسے(۴) ناگ
وہ زیر و بم کہ جن سے صدا آئے بھاگ بھاگ
بے وجہ کب یہ صورت جام و ایاغ ہے
اس دن کے غل سے چرخ کا خالی دماغ ہے

[۰/۱۸۸] (۲۰۰)

مستوں کی وہ سپاہ وہ افراط ماء و مے
لشکر کی حد کو پیک نگہ کر سکے نہ طے
غوغہ وہ شور حشر جہاں بے وجود شے
گردونِ دوں کو توڑتی تھی بانگ بوق و نے
کب کہکشان و قوس ہیں گردوں کے طاق میں
درزین وہی ہیں گنبد نیلی رواق میں

[۱۰۸/۱۸۹] (۲۰۱)

گلشن سے ڈر کے طائر رنگ بہار اُڑے
شہباز آئے جب تو نہ کیوں کر شکار اُڑے
(۴)غبّارے کی طرح فلک کجمدار اُڑے
(۵)نزدیک تھا زمین بھی مثل غبار اُڑے
معدوم کفر و شرک تھا دہشت سے دین کی
جادے نہ تھے کھنچی تھیں طنابیں زمین کی

[۱۰۹/۱۹۰] (۲۰۲)

اس ضربت گراں کا نہ جس وقت بار اُٹھا
بیٹے کو باپ، باپ کو بیٹا پکار اُٹھا
طوفان آب تیغ دم کارزار اُٹھا
تھرائے کوہ، ہل گئی گیتی، غبار اُٹھا
مانگی جو رکن دیں سے اماں روزگار نے
چادر ہلائی اُٹھ کے زمیں سے غبار نے

---

(۱) پھکی (۲) گرمی سے جان کے جو تھے لالے پڑے ہوئے (۳) شعلہ کی (۴) لہرائیں جن سے

(۵) مطبوعہ نسخہ میں یہ چوتھا مصرع ہے (۶) مطبوعہ نسخہ میں یہ مصرع تیسرا مصرع ہے

[۰/۱۹۱] (۲۰۳)

کچھ منحصر نہ تھا فقط اہل نفاق پر
لرزاں تھا مہر گنبد نیلی رواق پر
دُلدل پہ تھے علیؑ کہ محمدؐ براق پر
اصنامِ دیر کانپتے تھے ڈر کے طاق پر
فاسق حرم میں صورت زہاد آتا تھا
اس وقت تو بتوں کو خدا یاد آتا تھا

[۰/۱۹۲] (۲۰۴)

کوفہ میں دیکھتے تھے مناروں پہ چڑھ کے لوگ
غم سے عزیز مردوں نے پہنا تھا رختِ سوگ
قرنا کا راگ کان میں سب کے ہوا تھا روگ
ابن زیاد کہتا تھا یہ کیا پڑا بجوگ
باقی رہی نہ تشنہ دہانی حسینؑ کو
شاید کہیں سے مل گیا پانی حسینؑ کو

[۰/۱۹۳] (۲۰۵)

حضرت نے کارزار میں وہ زور آزمائے
تابِ مقاومت نہ ستمگار رن میں لائے
تا زیر برجِ کوفہ جو دب کر جنود آئے
ابن زیاد دیکھتا تھا دوربیں لگائے
کثرت تھی بس کہ فوج ذلالت پناہ کی
نیزوں پہ رک گئی تھی نظر روسیاہ کی

[۰/۱۹۴] (۲۰۶)

کیں گہہ مذمتیں عمر روسیاہ کی
گہہ جملۂ حسینؑ پہ ظالم نے واہ کی
زانو پہ سر جھکا کے کبھی دل سے آہ کی
گہہ زیر برج جھک کے شقی نے نگاہ کی
سب خاک میں عروج ستمگر کا مل گیا
لشکر جو کربلا میں دبا برج ہل گیا

[۱۱۰/۰] (۲۰۷)

آتے تھے یوں حسینؑ ہر اک نابکار پر
جس طرح آئے شیر درندہ شکار پر
پہنچی تھی گرد یہ فلکِ کج مدار پر
ٹھہرا ہوا تھا چرخ ستونِ غبار پر
نقشے بگڑ گئے تھے جو اس دم جہان کے
قلابے مل گئے تھے زمین آسمان کے

[۱۱۱/۱۹۵] (۲۰۸)

یاں[1] ہے یہ حال شام کا سنئے اب اضطرار
سب شہر اُلٹ پلٹ ہے غضب کا ہے انتشار
دارالامارہ بھی جو لرزتا ہے بار بار
بیٹھا ہے تخت تھامے یزید ستم شعار
ادبار کے نشاں سے پراگندہ ہوش ہیں
تصویر کی طرح رؤسا سب خموش ہیں

[۱۱۲/۱۹۶] (۲۰۹)

گہہ شان دیکھتا تھا[2] شقی بارگاہ کی
گہہ ہاتھ مارا تخت پہ، گہہ دل سے آہ کی
گہہ سر جھکایا فکر میں، گہہ منھ سے واہ کی
محفل پہ[3] گہہ یہاں سے وہاں تک نگاہ کی
مطلب یہ تھا کہ کچھ نہ یہاں تمکنت چلی
لو ہل رہا ہے تخت، مری سلطنت چلی

[۰/۱۹۷] (۲۱۰)

گو تخت پر مکیں تھا مگر دل کو تھی نہ کل
سوزِ دروں کا تھا یہ اشارہ کہ اور جل
کھاتا تھا مثل مارگزیدہ وہ بل پہ بل
کہتے تھے سب امیر یہ کیا ہے ذرا سنبھل
کہتا تھا کیا کروں کہ مصیبت میں جان ہے
دل ہل رہا ہے تخت کو ایسی تکان ہے

(۱)ہاں (۲)دیکھتا تھا شان (۳)میں

(۲۱۱) [۱۱۳/۱۹۸]

آتا نہیں سمجھ میں مری ماجرا ہے کیا
دم بھر نہیں قرار زمیں کو ہوا ہے کیا
اس وقت کی صلاح ہے کیا اقتضا(۱) ہے کیا
زیر و زبر زمانہ ہے،(۲) یہ معرکہ ہے کیا
اہل نجوم و رمل کی تقریر چاہئے
امر عظیم ہے کوئی تدبیر چاہئے

(۲۱۲) [۱۱۴/۱۹۹]

ناگاہ بارگاہ میں اہل نجوم آئے
گرم کتاب(۳) و صاحب فن و علوم آئے
سرخم کئے ادب سے سوئے بزم شوم آئے
سب بڑھ کے پہلے تخت کے پائے کو چوم آئے
(۴)پھر یہ کہا کہ امر امارت نظیر ہو
حاضر ہیں خانہ زاد جو حکم امیر ہو

(۲۱۳) [۱۱۵/۲۰۰]

خوش ہو کے ان سے کہنے لگا تب وہ نابکار
دیکھو کہ آج شہر میں یہ کیا ہے انتشار
ویران کیوں نگاہ میں ہے شام کا(۵) دیار
کیوں زلزلہ زمیں کو یہ(۶) ہوتا ہے بار بار
بولے وہ بے نظیر ہیں ہم کائنات میں
سر کاٹ ڈالئے(۷) جو پڑے فرق بات میں

(۲۱۴) [۱۱۶/۲۰۱]

کھولی یہ کہہ کے ہاتھ میں ہر ایک نے کتاب
پھینکا کسی نے رمل، کسی نے کیا حساب
جب تک کریں وہ اپنے جوابوں کا انتخاب
ہر قلب کو عجیب طرح کا تھا اضطراب
رکھا تھا سب نے طاق پہ آداب و داب کو
تکتے تھے سب جھکے ہوئے ان کی کتاب(۸) کو

(۲۱۵) [۱۱۷/۰]

کھینچا جو زائچہ تو یہ آیا انہیں نظر
ہے مشتری حضیض میں مریخ اوج پر
سعدین احتراق میں، عقرب میں ہے قمر
سیارے جتنے ہیں، متحیر ہیں سر بسر
ثابت یہ کررہا ہے زحل اپنی چال سے
عالم تباہ ہوگا جدال و قتال سے

(۲۱۶) [۱۱۸/۲۰۲]

ناگہ سبھوں نے بند کتابیں کیں سر جھکائے
سینوں میں دل تڑپ گئے اشک آنکھوں(۹) میں بھر آئے
ظلم یزید شوم پہ کی دل میں اک نے وائے
بے ساختہ نکل گیا منھ سے کسی کے ہائے
انجام کار اُن پہ تو بالکل ثبوت تھا
آنکھوں سے اشک بہتے تھے لب پر سکوت تھا

(۲۱۷) [۱۱۷/۲۰۳]

بولا کوئی بتاؤ، نہ اتنا عذاب دو
تسکین بسملوں کو دم اضطراب دو
بیتاب دل ہیں کچھ خبر انتخاب دو
حاکم کو اضطراب ہے جلدی جواب دو
حالت امیر شام کی صدمے سے غیر ہے
اتنا تو منھ سے کہہ دو کہ حاکم(۱۰) کی خیر ہے

(۲۱۸) [۱۲۰/۲۰۴]

آخر کہا انہوں نے کہ سن اے امیر شام
در پیش تجھ کو جنگ ہے آج اے خجستہ کام
ہے تیس(۱۱) دن کی راہ پہ اک کربلا مقام
واں ایک تشنہ لب پہ ہے اس وقت اژدہام
احمدؐ کی جان، فاطمہؑ کا نورعین ہے
نام اس بزرگوار کا لکھ رکھ(۱۲) حسینؑ ہے

(۱) مقتضا (۲) جہان کا (۳) ارباب عقل (۴) پھر کی ثنا یزید ضلالت پناہ کی / مانگی دعا ترقی اقبال وجاہ کی

(۵) شہر اور (۶) زمین کو (۷) قطع کیجئے (۸) کے حساب (۹) سے بہائے (۱۰) سلطاں (۱۱) بیس (۱۲) جہاں کا

(۲۱۹) [۱۲۱/۲۰۵]

[۱]لاکھوں کو تیغ لے کے ڈپٹتا ہے بار بار
بادل سپاہ شام کا پھٹتا ہے بار بار
لشکر عبث نبرد میں کٹتا ہے بار بار
بڑھتی ہے پیاس جب تو جھپٹتا ہے بار بار
معدوم اس سبب سے جہاں کی[۲] نشاط ہے
دنیا ملے تو تخت کی پھر کیا بساط ہے

(۲۲۰) [۱۲۲/۲۰۶]

ایسے نہ رن کہیں تہہِ چرخ کہن پڑے
یوں ضرب پڑ رہی ہے کہ جس طرح گھن پڑے
آئے خدا کا قہر تو کیا کس کو بن پڑے
اس وقت تک تو فوج میں لاکھوں کے رن پڑے
لیکن غضب کی کثرتِ لشکر وغا میں ہے
کوفے میں ایک صف ہے اور اک کربلا میں ہے

(۲۲۱) [۱۲۳/۲۰۷]

دس لاکھ کی سپاہ کو اس دم ہے انتشار
جھنجھلا رہا ہے فوج پہ حیدرؑ کا یادگار
ہوتا ہے دل جو پیاس[۳] کے صدمے سے بے قرار
رَہ رَہ کے لشکروں پہ جھپٹتا ہے بار بار
حقا کہ یکّہ تاز جہاں دوسرا میں ہے
کوفے میں ہے کبھی تو کبھی کربلا میں ہے

(۲۲۲) [۰/۲۰۸]

گو تین دن گذر گئے ہیں اس کو پیاس میں
لیکن ذرا بھی فرق نہیں ہے حواس میں
دستِ خدا کا زور ہے اس حق شناس میں
تا کوفہ دب کے فوج گئی ہے ہراس میں
پیاسا ہلا رہا ہے زمیں رزم گاہ کی
کوفہ کے در سے پیٹھ لگی ہے سپاہ کی

(۲۲۳) [۱۲۴/۲۰۹]

اس شیر نے پیا ہے کسی فاطمہؑ کا شیر
سلطان[۴] اس سے تجھ کو روا تھی نہ دار و گیر
لیکن جہاں یہ ہے وہیں[۵] یہ بھی ہے اے امیر
انجام کار ہے ظفرِ لشکر کثیر
حالت سپاہ شام کی گو غیر ہوگئی
پانی نہیں دیا یہ بڑی خیر ہوگئی

(۲۲۴) [۰/۲۱۰]

سب سے جدا ہے اس کی لڑائی کا بندوبست
دنیا جو اک طرف ہو تو دے سب کو یہ شکست
کوئی ولیٔ حق ہے جہان میں یہ حق پرست
گو حد کی تشنگی ہے پہ ہمت نہیں ہے پست
گرمی میں ایسی جنگ اسی کا یہ کام ہے
پانی ذرا بھی پائے تو دنیا تمام ہے

(۲۲۵) [۱۲۵/۲۱۱]

بولا شقی اسی پہ سدا ہے نظر مری
خوف شکست سے ہے شکستہ کمر مری
انجام کے خیال سے ہے چشم تر مری
کیوں کر مگر یقیں ہو کہ ہوگی ظفر مری
غم سے قرار قلب کو دم بھر نہ آئے گا
بے امتحان کے مجھے باور نہ آئے گا

(۲۲۶) [۱۲۶/۲۱۲]

بولے ادب سے جوڑ کے ہاتھوں کو وہ کہ خوب
ہر چند ہے خدائے جہاں عالم الغیوب
[۶]لکھ رکھ اسے کہ چار گھڑی قبل از غروب
اُٹھے گا اک غبار سیہ جانب جنوب
[۷]کہتے ہیں یاد رکھ کہ بڑا خوش نصیب ہے
وہ حملۂ اخیر حسینؑ غریب ہے

(۱) دل اہل روم و کوفہ کا گھٹتا (۲) یہاں کا (۳) کی شدت (۴) سلطان (۵) وہاں
(۶) مطبوعہ نسخہ میں تیسرے اور چوتھے مصرع کی ترتیب بدلی ہے (۷) لاریب اے امیر

(۲۲۷) [۰/۲۱۳]

یہ سن کے اُٹھ کھڑا ہوا غدار وُ[۱] پر غرور
آیا محل میں چھوڑ کے ان کو بصد سرور
جاتا تھا دوڑتا ہوا بانی مکر و زور
پوچھا جو عورتوں نے کہ ہے خیریت حضور
ہے خیر، ان سے کہہ کے لعیں آگے بڑھ گیا
[۲] کھٹ کھٹ شریر شوق میں کوٹھے پہ چڑھ گیا

(۲۲۸) [۱۲۸/۲۱۴]

فتح و ظفر کی بس کہ ستمگر کو تھی پڑی
ساعت وہ ہوگئی تھی لعیں کو بری گھڑی
تھی جانبِ جنوب نظر شوق میں [۳] لڑی
مضطر ٹہل رہا تھا لئے ہاتھ میں گھڑی
سمجھا شقی کہ خاک میں اقبال مل گیا
جب نعرۂ حسینؑ سنا قلب ہل گیا

(۲۲۹) [۰/۲۱۵]

حالت عجیب کرب سے تھی رو سیاہ کی
یاں ہاتھ مل لئے تو وہاں تھم کے آہ کی
گہہ شان دیکھی کنگرۂ بارگاہ کی
گہہ آسماں پہ گاہ گھڑی پر نگاہ کی
گاہے صدائے نعرۂ شاہِ ہدا سنی
گہہ کان پاس لا کے گھڑی کی صدا سنی

(۲۳۰) [۰/۲۱۶]

سر کو جھکائے گاہ اِدھر سے اُدھر گیا
گہہ یاں تو گاہ کنگرۂ قصر پر گیا
خنداں ادھر پھرا تو ادھر چشم تر گیا
آثار جب نہ کچھ نظر آئے تو مر گیا
گہہ بات کی کسی سے کبھی دل سے آہ کی
گہہ دور کے دھوئیں پہ ٹھہر کر نگاہ کی

(۱) مطبوعہ نسخہ میں 'وُ' نہیں ہے (۲) دامن اٹھا کے جلدی سے (۳) گڑی

(۲۳۱) [۱۲۹/۲۱۷]

سچ ہے، شدید موت سے ہوتا ہے انتظار
تھا فرط اشتیاق سے غدار بے قرار
تکتا تھا دوربین لگائے ستم شعار
ناگہ اُٹھی جنوب سے گرد سیاہ وُ[۴] تار
دکھلا دیا گھڑی نے بھی جب دل کے چین کو
منھ سے نکل گیا کہ وہ مارا حسینؑ کو

(۲۳۲) [۱۳۰/۲۱۸]

اب یاں سے یہ بھی سنیے کہ شبیرؑ ہیں کہاں
کوفے میں لڑ رہے ہیں شہنشاہ دو جہاں
لے کر عصا کو نکلے ہیں سجادؑ ناتواں
ہر سو جو کی نگاہ تو دیکھا یہ ناگہاں
نے ہیں امام پاک نہ لشکر کا دور ہے
صحرائے کربلائے معلیٰ ہی اور ہے

(۲۳۳) [۱۳۱/۲۱۹]

یاں یہ کھڑے ہیں لڑتے ہیں واں [۵]سرور ہدا
کھایا ہے پھر سپاہ نے گھونگھٹ دمِ وغا
دیکھا جو وقتِ عصر [۶] بھی نزدیک آگیا
فوجوں کو لے چلے سوئے میدان[۷] کربلا
نانا کو گاہ یاد کیا، گاہ باپ کو
کہتے ہیں کربلا میں ہوئی عصر آپ کو

(۲۳۴) [۰/۲۲۰]

ناگاہ دیکھے فوج کے رایت ملے ہوئے
زخموں کے پھول چار طرف ہیں کھلے ہوئے
پھر مل[۸] رہے ہیں خاک کے طبقے ہلے ہوئے
اُڑتی ہے خاک آتے ہیں لشکر رلے ہوئے
پسپا ہراس و خوف سے ہر کینہ خواہ ہے
پیچھے حسینؑ آتے ہیں آگے سپاہ ہے

(۴) مطبوعہ نسخہ میں 'وُ' نہیں (۵) شاہ دوسرا (۶) ہے (۷) صحرائے (۸) ہل

[۰/۲۲۱] (۲۳۵)

شبیرؑ نے بھی دور سے دیکھا یہ ناگہاں
باہر کھڑے ہیں خیمے کے سجادؑ ناتواں
بیچین قلب ہوگیا روئے شہ زماں
فرمایا جھک کے زین پہ اے میرے تن کی جاں
کیا کام تم کو صدمہ و اندوہ و یاس سے
ہٹ جاؤ فوج جائے گی خیمے کے پاس سے

[۰/۲۲۲] (۲۳۶)

شبیرؑ لڑتے آتے تھے کس کس حواس سے
پھُنکتا تھا قلب ہونٹ تھے خشکیدہ پیاس سے
نکلے جو لے کے فوج کو خیمے کے پاس سے
پوچھا پسر نے یہ شہ گردوں اساس سے
حضرت کہاں سے ریل کے لشکر کو لاتے ہیں
فرمایا جاؤ خیمے میں کوفہ سے آتے ہیں

[۱۳۲/۲۲۳] (۲۳۷)

کاری لگے تھے زخم جو زہراؑ کے لال پر
نالاں طیور دشت تھے حضرت کے حال پر
ناگہ رُکا سمند زمین قتال پر
اک رقعہ آسماں سے گرا آکے یال پر
حکم(۱) خدا بدیدۂ نم دیکھنے لگے
آنکھوں پہ رکھ کے شاہ اُمم دیکھنے لگے

[۱۳۳/۲۲۴] (۲۳۸)

مضموں یہ تھا کہ فاطمہؑ کے نورعین بس
یہ جنگ ابن فاتح بدر و حنین بس
فرقت سے اب نہیں ہے رسولوں کو چین بس
اُمت تباہ ہوتی ہے بس اے حسینؑ بس
ہر ضرب تیری ضرب خدائے کرام ہے
یوں ہی اگر لڑے گا تو دنیا تمام ہے

(۱)لطف

[۰/۲۲۵] (۲۳۹)

گو قابل عناد ہر اہل عناد ہے
تیرا کرم بھی خلق میں حد سے زیاد ہے
مقبول ذوالجلال یہ تیرا جہاد ہے
وعدہ بھی جو کسی سے کیا تھا وہ یاد ہے
ہے قربِ عصر وقت ہے راز و نیاز کا
ہم کو بھی اشتیاق ہے تیری نماز کا

[۱۳۴/۲۲۶] (۲۴۰)

قدسی بیان کر نہیں سکتے ترے صفات
ہے یا(۲) حسینؑ ذات تری فخر کائنات
ہم کو خوش آئی صبر کی تیرے ہر ایک بات
ممنون(۳) تیری سعی کی ہے خود ہماری ذات
ہے وقت عصر مہر بھی دم میں غروب ہے
تیغوں میں اب نماز بھی پڑھیے(۴) تو خوب ہے

[۱۳۵/۲۲۷] (۲۴۱)

دو دن کی پیاس میں کوئی ایسا لڑا نہیں
یوں دین کا جہان میں جھنڈا گڑا نہیں
رُتبے میں تجھ سے خلق میں کوئی بڑا نہیں
اس طرح کا حسینؑ کبھی رن پڑا نہیں
مشکل ہے اب کہ نام وغا فوج شوم لے
شبیرؑ تیرے ہاتھ ہمارے ہیں چوم لے

[۰/۲۲۸] (۲۴۲)

کھا کھا کے زخم شیر کی صورت جھپٹ چکا
میدان کارزار بھی لاشوں سے پٹ چکا
طاری ہے ضعف زور تن زار گھٹ چکا
بس ہم سے آکے مل کہ زمانہ اُلٹ چکا
غم سے دل انبیائے سلف کا گداز ہے
شبیرؑ تیرے صبر پہ ہم کو بھی ناز ہے

(۲)اے (۳)مشکور (۴)پڑھ لے

[۱۳۶/۲۲۹] (۲۴۳)

اب روئیں اہل مجلس و[1] ماتم پکار کے
روکی ہے شہ نے تیغ ہزاروں کو مار کے
آئے ہیں دھیان[2] طاعت پروردگار کے
پھینکا ہے تن سے خود و زرہ کو اتار کے
فرماتے ہیں کہ دل متمنّی ہے درد کا
آؤ کہ مجھ کو حکم نہیں ہے نبرد کا

[۰/۲۳۰] (۲۴۴)

ہاں یاں سے فوج کیں کے سمٹنے کو دیکھئے
بھاگی ہوئی سپہ کے پلٹنے کو دیکھئے
تیغوں سے شاہِ دین کے نہ ہٹنے کو دیکھئے
کُہنی تک آستین کے اُلٹنے کو دیکھئے
ہیں کوے معرفت کو جو چھانے ہوئے حسینؑ
عریاں کھڑے ہیں سینے کو تانے ہوئے حسینؑ

[۱۳۷/۲۳۱] (۲۴۵)

لو برچھیاں چلیں جگر چاک چاک پر
تیغیں بھی ٹوٹنے لگیں لو جسم پاک پر
نیزہ بھی لو پڑا جگر دردناک پر
لو زین سے حسینؑ گرے فرشِ خاک پر
جلتے ہیں زخم تن طپش آفتاب میں[3]
سر ہے[4] زمیں پہ، پائے مبارک[5] رکاب میں[6]

[۱۳۸/۲۳۲] (۲۴۶)

جلتی زمین ہوش میں لائی حسینؑ کو
آیا یہ دھیان فاطمہؑ کے نورعین کو
شبیرؑ اب وداع کرو دل کے چین کو
اب تک ادا کیا نہیں خالق کے دین کو
لو ختم زندگی تہ شمشیر ہوگئی!
سجدے میں اے حسینؑ بڑی دیر ہوگئی

[۱۳۹/۲۳۳] (۲۴۷)

اُٹھے یہ کہہ کے خاک سے سلطان بحر و بر
اللّٰہ اکبرُ آپ نے کہہ کر جھکایا سر
اب اس جگہ پہ دیکھئے ظلم سپاہ شر
سجدے میں سر پہ چل رہے ہیں خنجر و تبر
طاعت کا خاتمہ شہ گردوں مکاں پہ ہے
اس پر بھی ذکر رَبِّیَ الْاَعْلیٰ زباں پہ ہے

[۱۴۰/۲۳۴] (۲۴۸)

لو اب کی[7] سر پہ پڑ گیا اک گرزِ گاؤسر
لو ہاتھ سر پہ رکھ کے گرے شاہ بحر و بر
لو آستیں اُلٹ کے بڑھا شمر بدگُہر
قاتل پہ لو وہ پڑ گئی شبیرؑ کی نظر
خنجر جو دیکھا فاطمہؑ کے نور عین نے
کھولا خود اپنا آپ گریباں حسینؑ نے

[۱۴۱/۲۳۵] (۲۴۹)

خنجر کو تیز کرتا تھا واں شمر بے حیا
ناگاہ ابن سعد[8] نے دی بڑھ کے یہ صدا
اے شمر تھم ذرا کہ یہ ٹھہرا ہے مشورا
پامال زندگی میں ہو لاش شہ ہدا
کوئی دقیقہ چھوٹ نہ جائے عناد کا
آیا ہے حکم یہ ابھی ابن زیاد کا

[۱۴۲/۲۳۶] (۲۵۰)

[9] نزدیک شہ سے ہٹ گیا یہ سن کے بد شعار
ہر سو بغور تکنے لگے شاہ نامدار
[10] گھوڑوں کی دہنی سمت کو جمنے لگی قطار
حکم امیر سے ہوئی ناگاہ یہ پکار
لاشیں اُٹھائیں اپنے عزیز[11] قریب کی
پامال ہوگی لاش حسینؑ غریب کی

(۱) مجلس ماتم (۲) اطاعت (۳) سے (۴) آئے (۵) پاؤں جو نکلے (۶) سے

(۷) آکے (۸) ستمگر نے دی (۹) آیا قریب شاہ نہ پھر شمر (۱۰) حضرت کی دہنی سمت کو اٹھنے لگا غبار (۱۱) عزیز و قریب

[۱۴۳/۲۳۷]　(۲۵۱)

ناگاہ لوگ ہٹ گئے گھوڑوں کی راہ سے
لاشے بھی سب اُدھر کے بچے[1] رزم گاہ سے
ہلتا تھا رن بتولؑ کی فریاد و آہ سے
حضرت بھی دیکھتے تھے یہ ساماں نگاہ سے
میت رہی نہ کوئی کسی کے قریب کی
اک لاش رہ گئی تو حسینؑ غریب کی

[۰/۲۳۸]　(۲۵۲)

ہاں سنبھلیں حاضرین کہ سنبھلنے کا وقت ہے
اب فاطمہؑ کے ہاتھوں کے ملنے کا وقت ہے
اہل عزا کے قلب کے جلنے کا وقت ہے
گھوڑوں کے[2] جسم پر سے نکلنے کا وقت ہے
راہِ خدا میں سمجھے ہیں اک دھوپ چھاؤں کو
پھیلا دیا ہے آپ نے بھی ہاتھ پاؤں کو

[۰/۲۳۹]　(۲۵۳)

اب رن میں فاطمہؑ کے پھڑکنے کا وقت ہے
بنتِ علیؑ کے دل کے دھڑکنے کا وقت ہے
پاس آ کے توسنوں کے بھڑکنے کا وقت ہے
ہر اُستخوان تن کے کڑکنے کا وقت ہے
منظور ہے کہ صبر کی کچھ انتہا نہ ہو
ٹوٹیں جو اُستخواں بھی تو پیدا صدا نہ ہو

[۱۴۴/۲۴۰]　(۲۵۴)

لیجے سوار گھوڑوں پہ اپنے سنبھل گئے
لیجے وہ ہاتھ کوڑوں کے گھوڑوں پر چل گئے
لیجے کلیجے دیکھنے والوں کے مل گئے
لیجے اِدھر کے رَخش اُدھر کو نکل گئے
اس وقت بھی نہ دل سے شہ دیں نے آہ کی
آئی صدا تو اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ کی

(۱) اُٹھے (۲) کا

[۱۴۵/۲۴۱]　(۲۵۵)

اب روئیں مومنین یہ مجلس اخیر ہے
وقتِ عزائے ابن شہ قلعہ گیر ہے
پامالی تن شہ گردوں سریر ہے
نیچے سموں کے ابن جناب امیرؑ ہے
حالت یہ ہے جو زیست میں ابن بتولؑ کی
تھرا رہی ہے قبر جناب رسولؐ کی

[۱۴۶/۲۴۲]　(۲۵۶)

سلطانِ دو جہاں کا یہ احوال دیکھئے
دم توڑتا ہے فاطمہؑ کا لال دیکھئے
ڈیوڑھی پہ سر ہے کھولے ہوئے آل دیکھئے
رن میں حسینؑ ہوتے ہیں پامال دیکھئے
پُر خوں عبا ہے لاشۂ شہ پر پڑی ہوئی
بنتِ رسولؐ دیکھ رہی ہے کھڑی ہوئی

[۰/۲۴۳]　(۲۵۷)

ہاں روئیں مومنیں کہ بس اب تن میں دم نہیں
دن آج کا قیامت کبریٰ سے کم نہیں
ایام غم گذر گئے اس کا الم نہیں
یہ غم تو حشر تک ہے پہ افسوس ہم نہیں
رو لو کہ مرحلہ ہے کٹھن سیّئات کا
گر ہے تو اک یہی ہے وسیلہ نجات کا

[۰/۲۴۴]　(۲۵۸)

اے تشنہ کام دین کے سرتاج الوداع
مظلوم غُسل و گور کے محتاج الوداع
اے جان و روح صاحب معراج الوداع
آقا اُجاڑ کر چلے گھر آج الوداع
بہتے ہیں اشک اہل عزا بے حواس ہیں
آقا تمام تعزیہ خانے اداس ہیں

(بقیہ-----------صفحہ ۵۰ پر)

علم حاصل تو کرو، علم کا سودا نہ کرو
خود کو رُشدی کی طرح دہر میں رُسوا نہ کرو

علم کا بیجا تصرف ہے تباہی کا سبب
'ہیروشیما' پہ اسی شوق نے ڈھایا تھا غضب

علم مظلوموں پہ تلوار نہیں کرتا ہے
بے گناہوں پہ کبھی وار نہیں کرتا ہے

علم صادق کبھی غدار نہیں ہوسکتا
شرپسندوں کا طرفدار نہیں ہوسکتا

کربلا کے لئے شبیرؑ کو تیار کیا
علم نے بیعت فاسق سے ہے انکار کیا

علم سجادؑ کی تقریر بھی بن جاتا ہے
خطبۂ زینب دلگیر بھی بن جاتا ہے

تخت سے تاج سے حاکم سے نہیں ڈرتا ہے
علم بے باک ہے ظالم سے نہیں ڈرتا ہے

علم خطبات سے دَربار اُلٹ دیتا ہے
ظلم اور جور کی سرکار اُلٹ دیتا ہے

بخش دیتا ہے یہ سرمایۂ عزم و ہمت
علم سے بڑھ کے اے مظہرؔ نہیں کوئی دولت

علم حاصل کرو دنیا میں کہیں پر بھی ملے
چین میں یا کہ یہ افریقہ کے جنگل میں کھلے

✪✪✪

بقیہ۔۔۔مرثیہ در حال سید الشہداء

[۲۴۵/۰] (۲۵۹)

غم ہے کہ منھ نہ اشکوں سے دھوئے ہزار حیف
دامن نہ آنسوؤں سے بھگوئے ہزار حیف
ایسے دنوں میں چین سے سوئے ہزار حیف
جی بھر کے چار دن بھی نہ روئے ہزار حیف
روئیں نہ کس طرح کہ کلیجے فگار ہیں
آقا غلام تجھ سے ترے شرمسار ہیں

[۲۴۶/۰] (۲۶۰)

ہے ہے جہان سے سرورِ والا کا کوچ ہے
ہے وقت عصر بیکس و تنہا کا کوچ ہے
سب خاک اُڑاؤ دلبر زہرا کا کوچ ہے
مہمانِ کربلائے معلیٰ کا کوچ ہے
روزِ وداع ابن شہ قلعہ گیر ہے
جان اپنی رو کے دے دو کہ مجلس اخیر ہے

[۲۴۷/۱۴۷] (۲۶۱)

(۱) ہے ہے قتیلِ وکشتۂ خنجر ہوئے حسینؑ
افسوس آبِ تیغ سے لب تر ہوئے حسینؑ
گلگوں قبائے عرصۂ محشر ہوئے حسینؑ
زینبؑ اسیر ہوگئیں بے سر ہوئے حسینؑ
کیا لکھوں حال اس کے تن پاش پاش کا
سر نے بھی ساتھ چھوڑ دیا جس کی لاش کا

[۲۴۸/۰] (۲۶۲)

ہے ہے ذبیح خنجر کیں تشنہ لب حسینؑ
ہے ہے امامِ سید عالی نسب حسینؑ
احمد کی جان ابن امیر عرب حسینؑ
دنیا میں کیا رہا نہ رہے آپ جب حسینؑ
گھر لُٹ گیا رسولؐ فلک احتشام کا
ماتم کرو حسین علیہ السلام کا

[۲۴۹/۰] (۲۶۳)

ماہرؔ خموش سینے میں ہے پائمال دل
زحمت سے اہل بزم کی میں خود ہوا خجل
دل کثرتِ گناہ و خطا سے ہے مضمحل
کر حق سے ہاتھ اٹھا کے یہی عرض متصل
تربت میں دیدِ روے جنابِ امیرؑ ہو
مشکل کے وقت دستِ خدا دستگیر ہو

(تمام شد ۲۴؍ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ)

✪✪✪

(۱) ماہرؔ (یہ مطبوعہ نسخہ کا آخری بند یعنی مقطع ہے)